جماعت اہل حدیث

سے

خطاب

حضرت مولانا پروفیسر سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

شائع کردہ

انجمن تقویۃ الاسلام ۴۴ شیش محل روڈ۔ لاہور

اہلِ حدیث کانفرنس ماموں کانجن

میں

حضرت مولانا پروفیسر سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

کا

خطاب

شائع کردہ

انجمن تقویۃ الاسلام۔ ۴ شیش محل روڈ۔ لاہور

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد لله نحمده و نستعینه و نستغفره و نؤمن
به و نتوکل علیه و نعوذ بالله من شرور انفسنا
و من سیئات اعمالنا ۔ من یهده الله فلا مضل له
و من یُضلله فلا هادی له و نشهد ان لا اله الا الله
و نشهد ان محمدًا عبدهٗ و رسولهٗ
اللّٰهم صلّ و سلم علیٰ سیّدنا محمدِن النّبیّ الامّی
افضل صلواتک و ازکیٰ برکاتک کلما ذکره الذاکرون
و غفل من ذکرهٖ الغافلون عدد خلقک و رضا
نفسک و زینة عرشک و مداد کلماتک صلوٰة دائمةً
بدوامک صلوٰةً کما تحبّ و ترضیٰ له

بزرگانِ کرام، برادرانِ عزیز، عزیزانِ گرامی قدر!

پھر وضعِ احتیاط سے رُکنے لگا ہے دم
برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہوئے

آپ سے ملاقات کیے ہوئے اور آپ سے بات کیے ہوئے ایک مدت ہوگئی۔

رہے آپ لگتے تھے آشنا، جسے آپ کہتے تھے باوفا
مَیں وہی ہوں مومنِ مبتلا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

حضرات! جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ وہ جماعت ہے جس کی سرزمین گو آج بنجر ہو چکی ہے، مگر یہ وہی سرزمین ہے جس سے کبھی مولانا حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے لعل اور یاقوت و گہر پیدا ہوئے تو یہ سوچ کر کہ شاید اس راکھ میں کوئی چنگاری باقی ہو، یہ شعر پڑھتا ہوا تمہاری طرف کشاں کشاں چلا آتا ہوں ؎

اریٰ تحت الرماد ومیض جمر
ویوشك ان یکون لھا ضرام

(خاکستر کے نیچے کچھ چنگاریاں دیکھ رہا ہوں، شاید ان سے شعلے بھڑک اٹھیں)

اور جب یہ آگ جلتی تھی، تو اسے تاپنے کے لیے حرارتِ ایمانی حاصل

کرنے کے لیے لوگ پورب اور پچھم سے آتے تھے۔ جب آپ لوگوں کی اٹھا پٹخنی، دھینگا مُشتی اور سر پھٹول دیکھتا ہُوں تو جی جلتا ہے۔ ہر طرف خاک اڑائی جا رہی ہے۔ اتنی خاک کہ سب کے سروں پر خاک پڑی ہوئی ہے، سب کے چہرے خاک سے یُوں لتھڑے ہُوئے ہیں کہ میرے لیے شکلیں پہچاننی بھی مُشکل ہو گئی ہیں۔ جب یہ صُورتِ حال دیکھتا ہوں، تو آپ لوگوں سے بھاگ جاتا ہوں اور سالہا سال آپ سے رُوپوش رہتا ہوں اور یہ شعر اُن دنوں پڑھا کرتا ہوں۔

ونارٌ لو نفخت بھا اضاءت

ولکن انت تنفخ فی الرماد

یہ راکھ جس میں تم پھونکیں مار رہے ہو، اگر اس میں کوئی چنگاری ہوتی، تو وہ یقیناً بھڑک اُٹھتی۔ مگر تُم تو راکھ میں پھُونکیں مار رہے ہو۔ راکھ میں پھُونکیں مارنے سے اس کے سوا کیا حاصل ہوگا کہ تمہارے سر پر بھی راکھ پڑے گی۔

دوستو! مَیں تو دہقان ہوں۔ میرا کام دِلوں کی زمین میں ہل چلانا ہے۔ تُم نے کہا کہ تُم ہماری زمین پہ ہل چلانے کے قابل نہیں ہو۔ مَیں تو خاندانی اور موروثی طور پر دہقان تھا۔ مجھے تو ہل چلانا ہی تھا۔ مجھے تو آبیاری کرنی ہی تھی۔ یہ بات میری گھٹی میں تھی۔ میرے خمیر میں گندھی ہُوئی تھی۔ میں نے اور زمینیں ڈھونڈیں۔ دِلوں اور رُوحوں کی زمینیں اور ان زمینوں پہ ہل چلاتا ہوں۔

دوستو! مَیں تو للاری ہوں۔ میرا کام دِلوں کو اللہ کے رنگ میں رنگ دینا ہے۔

"صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ونحن له عابدون"

"اللہ کا رنگ اور اس سے بہتر کس کا رنگ ہو سکتا ہے اور ہم تو بس

اس کی غلامی کرتے ہیں۔"

تم نے کہا کہ تمہیں رنگنا نہیں آتا۔ میں نے مُلک میں ہانک لگائی کہ کوئی ہے جو دلوں کو رنگوانا چاہے۔ دیکھو! میرے دروازے پر گاہکوں کی بھیڑ لگی ہے۔

دوستو! میں تو دھوبی ہوں، میرا کام دلوں کی میل کچیل کو چھانٹ دینا ہے۔ تم نے کہا کہ تمہیں دھونا نہیں آتا۔ میں نے مُلک میں ہانک لگائی کہ کوئی ہے جو دل کی سیاہی دُھلوانا چاہے۔

دوستو! میں تو سقا ہوں، میرا کام رُوح کی پیاس بجھانا ہے۔ تم نے کہا کہ ہم تیرے مشکیزے سے پانی نہیں پیتے۔ میں نے مُلک میں ہانک لگائی کہ کوئی ہے جو دل کی پیاس بجھانا چاہے۔ دیوبندی آئے، بریلوی آئے، مولوی آئے، بابو آئے، انجینئر آئے، ایڈووکیٹ آئے، پروفیسر آئے، سب نے کہا کہ ہم تیرے مشکیزے سے پانی پیتے ہیں۔

اور اس سارے دھندے سے خدا شاہد ہے مقصود فقط یہ ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کر سکوں، اپنے دل کا میل کچیل چھانٹ سکوں۔

دوستو! وعظ کیا ہے؟ رُوحانی اور اخلاقی بیماریوں کی تشخیص کرنا اور دوا دینا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوا تلخ ہوتی ہے اور بیمار ناک بھوں چڑھاتا ہے، لیکن مُشفق طبیب کو چاہیے کہ دوا حلق میں انڈیل دے۔ مریض کو جب شفا ہو جاتی ہے، تو دُعا دیتا ہے۔

دوستو! اگر مریض کو زکام ہو اور طبیب اسے معدے کی دوا دے، تو اس کی نااہلی میں شک و شُبہ کی کیا گنجائش باقی رہتی ہے۔ اپنی اور سامعین کی جو

بیماریاں ہوں۔ انہیں ڈھونڈنا اور ان کی دوا دینا، یہ وعظ ہے، یہ طبِ روحانی ہے۔

مَیں چند باتیں عرض کروں گا جو میرے لیے مفید ہوں، جو آپ سب کے لیے مفید ہوں۔ وہ واعظ دُنیادار ہے جس کا منتہائے نظر فقط یہ ہو کہ دُھواں دھار تقریر کی جائے، جذبات کو بھڑکا دیا جائے، نہ اپنے آپ کو فائدہ نہ دُوسروں کو فائدہ۔ آج کل تو سر دُھننا، وجد میں آنا، نعرے لگانا، ہاؤ ہُو کرنا، وعظ کے لوازمات بن کر رہ گئے ہیں۔ میری نظر میں وعظ تو یہ ہے کہ بیماریوں کو چُن چُن کر بیان کیا جائے اور ان کا علاج کیا جائے۔

توحید کے تقاضے

پہلی بات میں یہ کہتا ہوں اور میرا اوّلین مخاطب خود میرا نفس ہے کہ یہ سمجھنا خود فریبی میں مبتلا ہونا ہے کہ صرف قبروں کی پُوجا نہ کر کے آدمی نے توحید کے سب تقاضے پُورے کر دیئے۔

"ومن الناس من یتخذ من دون اللّٰہ انداداً"

"اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ سے ہٹ کر اوروں کو اس کا ہم پلّہ بنا لیتے ہیں"

آپ غور کیجیے کہ قرآن نے جہاں بھی توحید بیان کی "من دون اللّٰہ" کے لفظ استعمال کیے۔

"ان الذین تدعون من دون اللّٰہ عبادٌ امثالکم"

"اللہ کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو، وہ بھی تمہاری طرح بندگانِ خدا ہیں"

یہاں بھی لفظ "من دون اللّٰہ"

"والذین یدعون من دُون اللّٰہ لا یخلقُون شیئًا وھم یخلقون"

"اور جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں، وہ خود کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ انہیں پیدا کیا گیا ہے۔"

'من دون اللہ' کے لفظ اتنے جامع ہیں کہ ان میں تمام غیر اللہ شامل ہیں۔ ان میں زندہ بھی شامل ہیں اور مُردہ بھی شامل ہیں۔

تم میں سے بعض نے مُردوں سے مرادیں مانگیں اور تم میں سے بعض نے زندوں سے مرادیں مانگیں۔ افسوس! تم نے مل کر غیر اللہ سے مرادیں مانگیں۔

قرآن اٹھا کر دیکھئے۔ قرآن کے تیس پاروں میں سب سے زیادہ زندہ فرعونوں کی نفی پر زور دیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ سے کہا گیا کہ یہ نمرود جو خدا بن بیٹھا ہے اس کی نفی کرو۔ یہ قبر کی نفی نہیں ہو رہی تھی بلکہ زندہ جابر حکمران کی نفی کا حکم دیا جا رہا تھا۔

حکیم الامتؒ، اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، انھوں نے دو مصرعوں میں اس مطلب کو بیان کیا۔

اے کہ اندر حجرہ ہا سازی سخن

نعرۂ لا پیشِ نمرودے بزن

"اے حجروں کے اندر بیٹھ کر باتیں بنانے والو! کسی نمرود کے سامنے جا کر لا کا نعرہ لگاؤ۔"

قبر تو مٹی کا ڈھیر ہے۔ اس کی نفی میں کون سی دقت پیش آتی ہے جس کسی نے قبر پر چادر نہ چڑھائی اور چراغ نہ جلایا، وہ اتراتا پھرتا ہے کہ توحید کے سب تقاضے اس نے پورے کر دیئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توحید کی ارتقائی منزلوں سے گزارا گیا تو ان سے بھی یہی کہا گیا کہ:۔

"اذھب الیٰ فرعون اِنّہٗ طغیٰ۔"

جاؤ جاکر فرعون کی نفی کرو اور اس کے رُو برو جاکر اس کی نفی کرو وہ سرکش ہو گیا ہے۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھو کہ عزیزِ مصر کی نفی کر رہے ہیں۔ زندہ خداؤں کی نفی کرنا بڑی کٹھن منزل ہے۔ انبیاء کرام کی توحید یہی تھی۔ صحابہ کرام کی توحید یہی تھی ائمہ کرام کی توحید یہی تھی۔ وہ تمام ضمیر فروش علماء جو دُنیا دار جاہ طلب، سرمایہ داروں کی زکوٰتیں کھا کر سال بھر ان کی کاسہ لیسی اور حاشیہ برداری کرتے ہیں اور اس کے باوجود اپنے آپ کو توحید کے بلند ترین مقام پر فائز سمجھتے ہیں اور پوری ملّتِ اسلامیہ کو حقیر جانتے ہیں اور ان کی توحید کا حال یہ ہے کہ حقیر ترین دُنیوی اغراض کے لیے دُنیا دار سرمایہ داروں کے گھروں کا طواف کرتے ہیں اور اُن کی صُبحیں اور شامیں ان کی چاپلوسی میں بسر ہوتی ہیں۔ کیا 'من دون اللہ' میں صرف حضرت عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت اجمیریؒ ہی شامل ہیں؟ کیا فاسق و فاجر حکّام اور دُنیا دار سرمایہ دار 'من دون اللہ' میں شامل نہیں ہیں؟ یہ کیا منطق ہوئی؟ توحید کا یہ تصور ان لوگوں نے اپنے جی سے گھڑ لیا ہے۔ کتاب اللہ اور حدیثِ رسول اللہ کی توحید تو بڑی انقلاب آفریں ہے، وہ تو ساری دُنیا کے بادشاہوں کے نام انقلابی خطوط لکھنے والی توحید ہے۔

"اَسْلِمْ تَسْلَمْ" اسلام لاؤ تو محفوظ رہ سکو گے۔

اس توحید کے نتائج کا ظہور تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اعلان میں ہوا تھا۔

"ھلک قیصر ولا قیصر بعدہ۔ ھلک کسریٰ ولا کسریٰ بعدہ۔"

فرمایا کہ میری آمد کا بدیہی نتیجہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکت ہے اور یہ انقلاب جو میں

برپا کر رہا ہوں۔ اس کا بدیہی نتیجہ قیصریت اور شہنشاہیت کی تباہی ہے۔

دوستو! وقت کے فرعونوں کی بھی نفی کرو۔ دُنیادار سرمایہ داروں کی بھی نفی کرو

"لاتسئل النّاس شیئًا۔ غیر اللہ سے کچھ نہ مانگو۔ نہ مُردوں سے مانگو، نہ زندوں سے کچھ مانگو۔

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ "فتوح الغیب" میں توحید بیان فرماتے ہیں:

"مادمت قائمًا مع الخلق، راضیًا لعطایاھم، مترددًا الی ابوابھم، انت مشرکٌ باللہ خلقہ۔"

"جب تک تو مخلوق کے سہارے لیتا ہے۔ زندوں کے سہارے لیتا ہے اور مُردوں کے سہارے لیتا ہے، جب تک ان کی جیب پر تمہاری نظر ہے جب تک ان کی بخشش اور نوال کی آس لگائے بیٹھا ہے جب تک ان کے دروازوں پر دھکے کھا رہا ہے، تو اللہ کے ساتھ ان کو شریک ٹھہرا رہا ہے۔

محمد علی جوہرؒ توحید بیان فرماتے ہیں:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

اور سلطان باہو فرماتے ہیں: ؎

چو تیغِ لا بدست آری بیا تنہا چہ غم داری
مجو از غیرِ حق یاری کہ لا فتاح الا ہو

"جب لا کی تلوار تیرے ہاتھ میں ہے تو حق کے سوا کسی کا سہارا نہ لو کہ اس کے سوا کوئی مُشکل کشا نہیں۔

اور شیخ شیراز سے توحید سُنیے:

موحّد کہ در پائے ریزی زرش　　　وگر تیغ ہندی نہی بر سرش

امید و ہراسش نہ باشد ز کس　　　ہمیں است بُنیادِ توحید و بس

"موحّد وہ ہے جس کے قدموں میں تم سونے کے انبار لگا دو، مگر اس کی رال نہ ٹپکے، جس کے سر پر آرا لٹکا دو، لیکن اللہ کے سوا کسی کا خوف اس کے دل میں نہ ہو۔"

توحید اور ادب یکجا کرو

دُوسری بات یہ عرض کرتا ہوں کہ موحّد ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی بے مہار ہو جائے۔ رسّیاں تُڑا بیٹھے، بے ادب، اور گُستاخ ہو جائے، اہل اللہ کی شان میں گستاخیاں کرے، محسنوں کا گریباں پھاڑے اور سمجھے کہ میں توحید کے تقاضے پُورے کر رہا ہوں۔

دوستو! میرا کام مرض کی تشخیص اور اس کا علاج ہے۔ گو مریض چیخے، چلّائے، ناک بھوں چڑھائے۔ مشفق ڈاکٹر وہ ہے جو حلق میں دوا انڈیل دے۔ آج تم کسماؤ گے، مضطرب ہو ہو کے زانو بدلو گے، مگر کچھ عرصے کے بعد تم مجھے دُعا دو گے اور کہو گے کہ بات ٹھیک کہہ گیا تھا۔ جب مریض شفا یاب ہوتا ہے تو کڑوی دَوا کھلانے والے کو بھی دُعا دیتا ہے۔

دوستو! کچھ حدیثیں ایک مسجد میں بیان ہوتی ہیں۔ کچھ دوسری مسجد میں بیان ہوتی ہیں اور کچھ ایسی بھی ہیں جو کہیں بیان نہیں ہوتیں۔ اس لیے کہ ان کا بیان کرنا فرقہ وارانہ مصلحتوں کے منافی سمجھتے ہیں۔

دوستو! احادیث میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ:-

"اذا تکلم اطرق جلساءہ کانما علی رؤوسہم الطیر۔"

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گفتگو فرماتے تو آپ کے پاس بیٹھنے والے گردنوں کو جھکا لیتے تھے اور حرکت نہ کرتے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یعنی حرکاتِ فاضلہ نہ کرتے تھے ـــ فالتو حرکت سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ فالتو حرکت کو بھی خلافِ ادب جانتے تھے۔

دوستو! یہ بھی تو صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ عروہ بن مسعود صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضورِ اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ساتھیوں سے کہا عجب منظر دیکھا ہے وہاں۔

"انہ لا یتوضاء الا ابتدروا وضوءہ۔"

وہ جب وضو کرتے ہیں، تو ان کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا ہے۔ لوگ تبرکًا اور تیمنًا اسے جسم پر ملتے ہیں۔

"ولا یبصق بصاقًا الا تلقوہ باکفہم۔"

اور ان کا لعابِ دہن بھی گرتا ہے تو صحابہؓ کے ہاتھوں پر گرتا ہے

"ولا تسقط منہ شعرۃٌ الا ابتدروھا۔"

ان کا کوئی بال بھی گرتا ہے تو صحابہؓ اس پر لپکتے ہیں۔

قرآن مجید پڑھ کر دیکھیں کہ وہ شخصیتیں جو اللہ کی ربوبیت کی مظہر ہیں اور انسان کی تربیت کرتی ہیں، ان کا ادب ملحوظ رکھنے کی کس شدت سے تلقین کی گئی ہے۔ آپ دیکھیں کہ والدین جسمانی تربیت کرتے ہیں، ان کے متعلق فرمایا:۔

"ولا تقل لھما اُفٍ ولا تنھرھما وقل لھما قولًا کریمًا"

دیکھو انہیں کبھی یہ بھی نہ کہنا کہ اُف ہے تم پر۔ یہ میری ربوبیت کے مظہر

ہیں۔ ان کے ذریعے سے میں تمہاری تربیت کر رہا ہوں۔ ان کو کبھی نہ جھڑکنا ان سے جب بات کرو، تو بات کو جانچ لیا کرو۔

رُوحانی تربیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی کے ذریعے سے کی گئی۔ ان کے بارے میں حکم ہوا۔

یاایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔

"اے ایمان والو اپنی آوازوں کو پیغمبرؐ کی آواز سے اُونچا مت ہونے دو اوران کے ساتھ یوں بے تکلفی سے بلند آواز سے بات مت کیا کرو جیسا کہ تم آپس میں کر لیا کرتے ہو ورنہ میں تمہارا پورا اعمالنامہ غارت کردوں گا یعنی میں تمہاری عبادتوں اور ریاضتوں کو لے کے کیا کروں، اگر میرے حبیب سے بات کرنے کا تمہیں سلیقہ نہیں۔

دوستو!

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔

شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات "ارواحِ ثلاثہ" میں دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے شیخ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں حج کرنے کے بعد جب واپس آئے تو لکھنؤ میں اطلاع ملی کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما گئے ہیں۔ شاہ عبدالعزیزؒ، سید احمد شہیدؒ کے شیخ تھے۔ سید احمد شہیدؒ حضرت شاہ صاحب کے عاشق تھے۔ یہ خبر سُن کر سید احمد شہیدؒ سخت بے قرار ہوئے اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے

کہا، فوراً دہلی جاؤ اور معلوم کرکے آؤ کہ کیا وہ صبح میرے شیخ دُنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو اپنا ذاتی گھوڑا دیا۔ حضرت شاہ صاحب تمام راستہ گھوڑے کی باگیں تھامے ہُوئے پیدل چلتے رہے، لیکن گھوڑے کی اس زین پر بیٹھنے کی ہمت نہ ہُوئی جس پر ان کے شیخ بیٹھتے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب کِس قدر باادب آدمی تھے کہ اس زین پر بیٹھنا بھی سُوئے ادب سمجھا جس پر ان کے شیخ بیٹھتے تھے۔

"ارواحِ ثلاثہ" ہی میں لکھا ہے کہ سیّد احمد شہیدؒ کی موجودگی میں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ تقریر نہ کرتے تھے، خاموش بیٹھے رہتے کہ میرے شیخ بیٹھے ہیں، ان کی موجودگی میں کیا کہوں۔

بعض لوگوں نے حضرت شاہ صاحب کی کتاب "تقویۃ الایمان" ہی پڑھی ہے، کبھی صراطِ مستقیم بھی دیکھو، کبھی عبقات بھی پڑھو۔ وہ تو بہت لطیف آدمی تھے۔ وہ تجلیات سے آگاہ، وہ انوار سے آگاہ، سلوک کے مقامات سے آگاہ، خدا کی محبت اور معرفت کے تمام رموز سے واقف، ان کی شخصیّت میں توحید و ادب یکجا ہو گئے تھے۔ توحید و ادب کا یکجا ہونا تکمیل کی علامت ہے۔

حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے مکتوبات دیکھ رہا تھا۔ خواجہ باقی باللہؒ کے صاجزادوں کو خط لکھتے ہیں:

"ایں فقیر از سرتا پا غرقِ احسان ہائے والدِ شما است"

یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے۔

ایک خط میں خواجہ باقی باللہ کے صاجزادوں کو لکھتے ہیں۔

"اگر مدّت العمر سرِ خود را پائمالِ اقدام خدمہ عتبہ علیۂ شما کردہ باشم ہیچ نکردہ باشم"

فرماتے ہیں: "آپ کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ اگر آپ کے آستانے کے خادموں کی عمر بھر خدمت کرتا رہوں تو پھر بھی آپ کا حق تو ادا نہ ہو سکے گا"

دوستو! بھاگ تو ایسے لوگوں کو ہی لگتے ہیں اور جو اپنے محسنوں کے قائل ہوں۔ جو اپنے محسنوں کو ذبح کریں، وہ سرسبز کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ یہودی بھی یہی کیا کرتے تھے جو لوگ ان کے محسن تھے، ان کے مربی تھے، جنھوں نے زندگیاں ان کی تربیت کے لیے وقف کر رکھی تھیں، ان ہی کو اپنا دشمن جانتے تھے، ان کے گریبان پھاڑتے تھے اور ان ہی کے قتل کے درپے تھے۔

"یقتلون النبیین بغیر الحق"

"ناحق پیغمبروں کو قتل کیا کرتے تھے"

اس جرم کی پاداش میں ان پر اللہ کی لعنتیں برسیں اور وہ مغضوب ہوئے۔

"ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباءُوا بغضب من اللہ"

دوستو! یہ فقرہ غور سے سنیں۔ موحد ہوتے ہوئے مؤدب ہونا اور مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا بہت بڑی سعادت ہے۔ کچھ لوگوں کو توحید کی شُدبُد ہوتی ہے تو ادب کی لطافتوں اور باریکیوں سے محروم ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں کو ادب کی شُدبُد ہوتی ہے تو توحید کے معارف سے محروم ہوتے ہیں۔ مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا اور موحد ہوتے ہوئے مؤدب ہونا، یہ بہت بڑی سعادت ہے دوستو! اور میں اللہ سے اس سعادت کی بھیک مانگتا ہوں۔

آئینِ محمدیؐ کا نفاذ

اگلی بات یہ عرض کرتا ہوں کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا یہ مشن تھا کہ اس خطۂ زمین پر آئینِ محمدیؐ کو نافذ

کریں۔ اے کاش! اگر تم اسے اپنا مشن بناؤ۔ محض چند فروعی اور اختلافی مسائل پر اپنی تمام توانائی کو غارت کر دینا اور احیائے دین اور آئینِ محمدی کے نفاذ کے کام سے یکسر غافل ہونا، میں جرمِ عظیم سمجھتا ہوں۔

اے کاش کہ آئینِ محمدی کے نفاذ کے اس عظیم مقصد کو تم اپنے پیشِ نظر رکھو اور اس کے لیے مسلسل تگ و دو کرو۔ جس کے لیے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ نے اپنی جان تک کو نچھاور کر دیا تھا۔

دوستو! ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ وہ لوگ بہت اچھے ہوتے ہیں جو اپنا احتساب کرتے ہیں، جو اپنی گھات میں بیٹھ کر اپنی چوریاں پکڑتے ہیں۔

خواہی اگر کہ عیب تو روشن شود ترا
یکدم منافقانہ نشیں در کمین خویش

ہم جو اتباعِ سُنّت پر اس قدر زور دیتے ہیں تو کیا صحیح معنوں میں سُنّت کی پیروی ہمارا شعار ہے؟ کیا چند فروعی مسائل پر جھگڑنا اتباعِ سُنّت ہے؟

اطاعتِ امیر

آپ غور کیجیے کہ احادیث میں اطاعتِ امیر پر کس قدر زور دیا گیا ہے۔ جماعتی نظم و ضبط کو برقرار رکھنے اور امیر کی اطاعت و انقیاد کی کس شدت سے تلقین کی گئی ہے۔

آپؐ نے فرمایا:۔

"من یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی"

جو امیر کی اطاعت کرتا ہے، وہ حقیقت میں میری اطاعت کرتا اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے، وہ حقیقت میں میری نافرمانی کرتا ہے۔ کچھ لوگ امیر کو بھینگی آنکھ

سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں، اس لیے یہ بھی فرما دیا :۔

"اسمعوا واطیعوا ولو استعمل علیکم عبدٌ حبشیٌ "

دیکھو! امیر کی بات مانو، اگرچہ تم پر کالا بھجنگ حبشی غلام ہی کیوں نہ مقرر کر دیا جائے۔

آپ غور کریں آپ کس طرح مجلس شوریٰ میں امیر منتخب کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ باہر سے امیر آپ پر ٹھونس دیا جاتا ہو اور آپ دو لتیاں جھاڑیں کہ یہ کہاں سے آ گیا۔ پچھلے پچیس برسوں سے تو میں دیکھ رہا ہوں کہ خود امیر بناتے ہیں اور پھر خود ہی اس کے خلاف سازشیں کرتے ہیں، خود اس کی ٹانگیں کھینچتے ہیں، خود اس کی تذلیل و تحقیر کرتے ہیں۔

دوستو! یہ کتنی بڑی نحوست ہے۔ یہ تو ہم نے اسلام کی عمارت کی بنیادوں کو ڈھا دیا۔ تم کون سے اتباعِ سُنّت کا ذکر کرتے ہو۔ یہ خلفشار، یہ انتشار، یہ انار... یہ طوائف الملوکی کہ ہر شخص خاک اڑا رہا ہے۔ امیر کے سر پر بھی خاک پڑی ہوئی ہے... سب کے چہرے لتھڑے ہوئے ہیں، سب کے سروں پر خاک پڑی ہوئی ہے۔

"فما لھؤلآء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا "

دوستو! کچھ لوگ تو ویسے ہی باغی ہوتے ہیں اور کچھ جماعت کے اندر رہ کر بھی امیر کو معطل کیے رہتے ہیں اور حکم اپنا چلاتے ہیں۔ وہ بھی اللہ اور اس کے رسول ؐ کی نظر میں سنگین مجرم ہیں۔ یہ جماعت کے اندر رہتے ہوئے امیر کو معطل کیے رکھتے ہیں اور اسے اُلّو بنا کر اپنا اُلّو سیدھا کرتے ہیں۔ یہ فریب اور دھاند...

... یہ کیا زندگی ہے جو تم بسر کر رہے ہو؟ یاد رکھو! جب تک جماعت کے

تمام افراد امیر پر اس طرح جانیں نہ چھڑکیں جس طرح پتنگے شمع دان پر گرتے ہیں' اسلام کے جماعتی نظام کی ابجد ہنوز بھی سیدھی نہیں ہوتی۔

یہ دلوں میں ایک دُوسرے کے خلاف حسد اور بغض کا ہونا۔ یہ اڑنگا بٹخنی' یہ دھول دھپا اور دھینگا مُشتی —— کیا یہ دینی زندگی ہے؟

بزرگوں کی تصنیفات

دوستو! ہمارے بزرگوں کی تصنیفات کو دیمک چاٹ رہا ہے۔ ہم میں کوئی نہیں' جو ان بزرگوں کے حالاتِ زندگی کو ضبطِ تحریر میں لائے۔ عظیم شخصیتیں تمہارے ہاں گزری ہیں۔ لوگوں نے اپنے بزرگوں کے خادموں کے حالاتِ زندگی بھی لکھ ڈالے۔ تم کو کیا ہوا کہ جن لوگوں نے ساٹھ ساٹھ برس تک تمہاری بے لوث خدمت کی' ان پر قلم اُٹھانے کے لیے تمہارے پاس وقت نہیں ہے۔ تمیں الیکشن جیتنے اور ہارنے کا ایسا چسکا پڑ گیا ہے کہ اور کسی بات کا تمھیں ہوش باقی نہیں رہا۔ تمہاری درسگاہیں بنجر ہو گئیں۔ بانجھ ہو گئیں۔ ان درسگاہوں سے اب کوئی مولانا ثناء اللہؒ پیدا نہیں ہوتے' کوئی مولانا ابراہیمؒ سیالکوٹی پیدا نہیں ہوتے۔ کوئی داؤد غزنویؒ پیدا نہیں ہوتے۔ نہ اہلِ قلم پیدا ہوتے ہیں، نہ مبلّغ پیدا ہوتے ہیں' نہ مقرر پیدا ہوتے ہیں، نہ محقق پیدا ہوتے ہیں اور یہ باتیں تھیں غور کی دوستو۔ تم دن رات اُکھاڑ پچھاڑ میں لگے رہتے ہو۔ یہ کیا زندگی ہے جو تم نے اختیار کر رکھی ہے۔ آہ! کس قدر درد ہے میرے سینے میں جس کا اظہار کر رہا ہوں اور اس تلخ نوائی کے لیے آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔

مرکزیت نہ ہو تو خلفشار ہے' انتشار ہے۔

امام اُسے بناؤ جسے رُوح کی گہرائیوں سے پیار کرو۔ چند برس پہلے بھی میں یہاں آیا تھا اور اپنی باتیں کہہ گیا تھا، مگر تمہارے سینوں میں دل نہیں، پتھر ہیں جن سے میری آواز ٹکرا کے لوٹ آئی ہے۔

تم نے اعراض ہی نہیں کیا، تم نے "جعلوا اصابعھم فی اذانھم واستغشوا ثیابھم واصروا واستکبروا استکبارا" کی تمام سُنّتیں پُوری کر دیں۔

اللہ کا ذکر کثرت سے کرو

ایک نصیحت تمہیں اور کرتا ہوں۔ روزانہ کچھ وقت اللہ اللہ بھی کیا کرو۔ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ ہر وقت جدل و بحث ہی میں لگے رہتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے یکسر غافل ہیں۔ ہمارے اسلاف تو ایسے نہ تھے، وہ سب ذاکر تھے۔ ان کی زبانیں ذکر سے رکتی نہ تھیں۔ شیخ شمس الحق ڈیانوی "غایۃ المقصود" کے مقدمے میں حضرت عبداللہ غزنویؒ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کان مستغرقاً فی ذکر اللہ فی جمیع احیانہ"

وہ آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی اللہ کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے۔

شیخ لکھتے ہیں:

"وکان لحمہ وعظامہ واعصابہ واشعارہ متوجھا الی اللہ فانیا فی ذکر اللہ"

(ان کا گوشت، ان کی ہڈیاں، ان کے پٹھے، ان کا ہر بُن مُو اللہ کی طرف متوجہ رہتا تھا اور اللہ کے ذکر میں فنا ہو گیا تھا۔)

یہ تھے ہمارے اسلاف، ہم تو ذلگا۔ فساد اور لڑائی جھگڑے میں پڑ گئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کی کھلی اُڑا رہا تھا اور اس پر پھبتی کس رہا تھا کہ تمہارا درود غیر مسنون ہے اور تم بدعتی ہو۔ میں نے اُسے کہا کہ بھائی آج جمعہ تھا خود تم نے کتنا درود پڑھا۔ یہ تو تم نے کہا کہ اس نے غلط درود پڑھا، مگر تمہاری اپنی زبان بھی تو ساکت وصامت تھی۔ مسنون درود پڑھنے کی آج ایک بار بھی تمہیں توفیق نہ ہوئی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"اکثروا علی الصلوٰۃ یوم الجمعۃ"

جمعہ کے دن مجھ پر درود کثرت سے بھیجا کرو۔

ہم پر کیسی غفلت طاری ہوئی۔ جمعہ کے دن ہم نے درود پڑھنا بھی چھوڑ دیا۔ مولانا عبدالواحد غزنویؒ کی عجب کیفیت ہوتی تھی جمعہ کے دن۔ اُن کی زبان درود سے رکتی نہ تھی۔ ان کی ایک عزیزہ نے جو ابھی زندہ ہیں اور معمر خاتون ہیں، مجھ سے ذکر کیا کہ ایک جمعہ کو عصر کے وقت میں مولانا عبدالواحد غزنویؒ سے پوچھ بیٹھی کہ آپ نے میری فلاں چیز بازار سے منگوالی ہے؟ ان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ کہنے لگے تم کو کیا ہو گیا ہے، دیکھو ساری کائنات میں حضورؐ کے عاشقوں کے درود فرشتے مدینہ منورہ لیے جا رہے ہیں۔ تم دنیا کی باتیں کر رہی ہو، درود پڑھو خُدا کے لیے۔ یہ ہمارے اسلاف تھے دوستو۔ ہم کو کیا ہو گیا صرف تخریب، صرف خاک اُڑانا ہمارا کام رہ گیا۔

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کچھ وقت روزانہ اللہ اللہ کیا کرو۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس دُنیا میں اللہ کے ذکر کی لذت سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں۔ دُنیا کی تمام لذتیں ذکر کی لذت کے سامنے ہیچ ہیں۔ ایک فقیر کہتا ہے ؎

اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلن پر آئی ہو۔

"میرا سینہ ذکر سے مہک اٹھا ہے۔ میں آپے سے باہر ہوا جاتا ہوں۔"

خاقانی کہتا ہے:۔

پس از سی سال این نکتہ محقق شد بہ خاقانی
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

"تیس سال میں لذت کی تلاش میں پھرتا رہا تیس سال کے بعد یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچی کہ ایک لمحہ اللہ کی معیت میں گزار دینا تختِ سلیمانی کے ہاتھ آنے سے بھی بہتر ہے۔"

دوستو! اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے اور یہ بات بھی پلّے باندھو کہ لذت آئے یا نہ آئے اس کے ذکر میں لگا رہنا چاہیے۔ جو آدمی لذت آئے تو ذکر کرتا ہے اور نہ آئے تو نہیں کرتا ہے، وہ لذت پرست ہے، خدا پرست نہیں ہے۔ میرے ایک بزرگ کہا کرتے تھے۔ ؎

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم
حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

"میں اس کی جستجو میں لگا رہتا ہوں۔ اُسے حاصل کر سکوں یا نہ کر سکوں، یہ کیا کم ہے کہ اپنی تمنا کا چراغ اس نے میرے سینے میں جلا دیا ہے۔ اپنی آرزو سے میرے سینے کو آباد کر دیا ہے۔ یہ کرم کچھ کم ہے جو اس نے مجھ پر کیا ہے۔"

دوستو! فراق ہو یا وصل ہو، کیف ہو یا بے کیفی ہو، قبض ہو یا بسط ہو، اس کے آستانے پر جم کر بیٹھے رہو اور اللہ اللہ کرتے رہو۔

۵ فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر او تمنّائے

"فراق اور وصل کیا چیز ہے! دوست کی رضا مانگو۔ حیف ہے جو اس سے اس کے سوا کسی اور کی آرزو کرو۔"

اگر ذاکر ہر وقت کیف اور لذت کی حالت میں رہے تو اس میں غرور اور کبر پیدا ہو جائے اور ابلیس کی طرح راندۂ درگاہ ہو۔ یہ بے کیفی بھی اس کی ربوبیت ہے کہ اس بے کیفی کی حالت میں انسان کو اپنی اوقات معلوم ہوتی ہے اور اس میں عجز و نیاز پیدا ہوتا ہے۔

بُد رو و صاف تُرا حکم نیست دَم درکش
ہر آنچہ ساقیٔ ما ریخت عین الطاف است

"تم دم سادھے رہو اور ساقی سے مت کہو کہ مجھے تلچھٹ پلاؤ یا مئے صافی دو۔ ساقی کی شفقت پر ایمان لاؤ وہ جو کچھ تیرے پیالے میں ڈالتے ہیں عین لطف و کرم ہے۔"

یہ فراق اور وصل کی منزلیں، یہ بڑے لوگوں کی باتیں ہیں۔

ایک عارف کہتا ہے۔

ہمینم بس کہ داند ماہ رُویم
کہ من نیز از خریداراں اُویم

فرماتے ہیں کہ میں تو اسی بات پر وجد میں ہوں کہ میرا محبوب جانتا ہے کہ میں بھی اس کے طلب گاروں میں ہوں۔ اصل بات اس کے آستانے پر جم کر بیٹھنا ہے اور اس کے ذکر میں لگے رہنا ہے۔

غالب کہتا ہے :

اس فتنہ خو کے در سے اب اُٹھتے نہیں اسد

اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

دیکھو۔ غالب رند کر کیسی استقامت کی بات کہہ گیا۔ تف ہے ہم پر اللہ کے عاشق ہونے کا دعویٰ کریں اور اتنی استقامت بھی نہ دکھلا سکیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ امام صاحب تہجّد کے وقت دُعا فرماتے تھے:۔ ”رحم اللہ ابا الھیثم“

یا اللہ! تو ابو الہیثم پر رحم فرما۔

مجھے بڑا رشک آیا کہ یہ کون ہے جس کے لیے اس قدر الحاح اور عاجزی سے دعا فرماتے ہیں۔ ایک دن جرأت کر کے پُوچھ لیا کہ یہ ابو الہیثم کون ہے۔ فرمایا: ”جب مجھے دُرّے لگنے والے تھے اور مجھے جیل خانے کی طرف لے جا رہے تھے اور ضمیر فروش مولویوں نے آ کر مجھے تحریفیں کر کر کے آیتیں سنائیں اور کہا کہ کس نے اتنی ضد اور ہٹ کی ہے اے احمد! جو تم کر رہے ہو۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں بھی کچھ ڈانواں ڈول ہونے لگا تھا۔ اس وقت ایک ڈاکو میرے سامنے آیا جس کا بازو کٹا ہوا تھا اس نے کہا احمد میں ڈاکہ زنی کی پاداش میں کئی بار جیل جا چکا ہوں میں جب رہا ہوا ہوں سیدھا ڈاکہ ڈالنے کے لیے گیا۔ میرا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ پھر بھی ڈاکہ ڈالتا رہا۔ اب میرا بازو کاٹ دیا گیا ہے۔ اور میں اب پھر ڈاکہ ڈالنے کے لیے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا احمد! میری یہ استقامت شیطان کے راستے میں ہے۔ حیف ہے تجھ پر اگر اللہ کے راستے میں اتنی بھی استقامت نہ دکھا سکو۔ امام احمدؒ

کہتے ہیں کہ یہ حُسن کریں استقامت کا پہاڑ بن گیا۔ اسی کے لیے دُعا کرتا ہوں:

"رحمہ اللہ ابا الھیثم

سودا قمارِ عشق میں خسرو سے کوہ کن | بازی اگرچہ پا نہ سکا سَر تو کھو سکا!
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز | اے رُو سیاہ! تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

پس اس کے آستانے پر جم کر بیٹھنا، اس کی غلامی پہ ناز کرنا۔ توحید و ادب کو یکجا کرنا، مرکزیت کو قائم کرنا، اپنے بزرگوں کی تصنیفات کو زندہ کرنا اور اپنی درسگاہوں سے جو بانجھ ہو گئی ہیں۔ جو بنجر ہو گئی ہیں۔ نکاسی کا سامان کرنا۔ یہ ہیں کام کرنے کے دوستو۔ اس بات کے لیے سر جوڑ کر بیٹھنا کہ نکاسی کیسے ہو گی، درسگاہوں سے اہلِ قلم کیسے نکل سکتے ہیں، مبلغ کیسے پیدا ہو سکتے ہیں، مقرر کیوں کر پیدا کیے جائیں ورنہ قحط ہوتا چلا جائے گا دوستو۔ نہ کوئی اہلِ قلم ملے گا، نہ مقرر ملے گا، نہ قاری ملے گا، نہ محدث ملے گا۔ بانجھ ہوتی چلی جائے گی یہ زمین۔ اگر تم الیکشنوں میں لگے رہے دوستو! یہ باتیں ہیں کرنے کی۔ مرکزیت کو قائم کرنا۔ رُوح کی پُوری گہرائیوں سے اس کے ساتھ وابستگی کو محسوس کرنا۔ جو شخص اللہ اللہ نہیں کرتا ہے اس کے دل کا کھوٹ نہیں جاتا ہے۔ اس کو مرکز کے ساتھ وہ وابستگی نہیں ہو سکتی ہے جو اللہ والوں کو اپنے مرکز سے ہوتی ہے۔

یادِ رفتگاں

یہ درسگاہ حضرت صوفی عبداللہ صاحب نوراللہ مرقدہ کی یادگار ہے۔ وہ کس قدر اللہ اللہ کیا کرتے تھے۔ اللہ نے انہیں کیسی عزت بخشی۔ تم الیکشن لڑ لڑ کر ذلیل ہوئے، وہ اللہ کے ذکر میں فنا ہو کر مُعزز ہوئے۔ حضرت صوفی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے دل پر عجیب کیفیت طاری ہے۔ مجھے یاد ہے کہ پچھلی مرتبہ جب میں یہاں تقریر کرنے لگا، تو اس وقت کوئی اور صاحب جلسے کی صدارت کر رہے تھے۔

صوفی صاحب غلبۂ حال میں بھاگے ہوئے آئے اور صاحبِ صدر سے منت کی کہ اب میں صدارت کروں گا۔ کرسئ صدارت پر بیٹھ گئے اور ان پر جذب کی حالت طاری تھی۔ میں گفتگو کر رہا تھا اور ان کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

اس رُخِ آتشیں کی شرم سے رات
شمعِ مجلس میں پانی پانی تھی

حضرت صوفی صاحب۔ بیمار ہوئے تو اُن کی عیادت کے لیے میں لاہور سے لائلپور آیا۔ انھوں نے میرے ساتھ مل کر دُعا کی اور بہت دیر تک دُعا کرتے رہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ حضرت سید مولا بخش کوموی بھی وہاں موجود تھے۔ ان کے ساتھ الگ بیٹھ کر دُعا مانگنے کا شرف بھی مجھے حاصل ہوا۔ یہ آخری دُعا تھی جو حضرت کوموی نے میرے ساتھ مانگی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے ساتھ میری یہ آخری دُعا ہے تو میں دُعا کو اور لمبا کرتا۔

جب حرمین سے واپسی ہوئی تو جدہ میں حضرت صوفی صاحبؒ کے ساتھ دومنٹ کے لیے ملاقات ہوئی۔ خیریت پوچھی اور پھر دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ یہ آخری دُعا تھی جو حضرت صوفی صاحب کے ساتھ میں نے مانگی اور مجھے علم نہیں تھا کہ وہ میرے ساتھ آخری دُعا مانگ رہے ہیں۔

دیکھیے! یہ قافلہ کس تیزی سے رخصت ہو رہا ہے۔ حضرت صوفی صاحب رخصت ہوئے۔ حضرت کوموی رحلت فرما گئے۔ مولانا عبداللہ روڑی والے بھی وفات پا گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں کسی عہدے کی ہوس نہ تھی۔ اور اس کے باوجود عہدوں کی ہوس کرنے والوں سے زیادہ معزز تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو مثبت انداز میں دین

کا کام کرتے رہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنے مشن میں فنا ہوئے، یہ وہ لوگ تھے جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔

"تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوًا فی الارض ولا فسادًا۔"

"آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے مختص کر دیا ہے جو روئے زمین پر منصب کی بلندی اور فساد نہیں چاہتے ہیں۔"

آپ نے غور فرمایا کہ اس آیت میں لفظ عُلوّا استعمال کیا اور اب تو ہر شخص کو یہ لت پڑی ہے کہ وہ ناظمِ اعلیٰ ہو، اور اعلیٰ کا لفظ بھی عُلوّ سے ہے اور یہ وہی بیماری ہے جس کا قرآن ذکر کر رہا ہے۔ جن لوگوں کو ناظمِ اعلیٰ بننے کی ہوس ہے وہ "یریدون عُلوًّا" کے زمرے میں شامل ہیں، اور جو اُٹھا پٹخنی اور دھینگا مُشتی میں لگے ہیں۔ وہ فسادًا کے زمرے میں شامل ہیں۔ یاد رکھو جو اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں فنا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے بقا بخشتے ہیں، اس کو سچی اور دائمی عزت عطا فرماتے ہیں۔

آیئے! ہم اب سب مل کر دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کی قبروں کو نور سے بھر دے اور جو باتیں ہم نے کہی ہیں، ان پر مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

"وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین۔"

یہ تقریر ماموں کانجن کی

اہل حدیث کانفرنس منعقدہ

اکتوبر ۱۹۷۵ء میں کی گئی۔